مطالعہ کتاب

"ایم - ایم - احمد کے انکشافات"

کچھ خواب ہے' کچھ اصل ہے' کچھ طرز ادا ہے

پروفیسر خورشید احمد

پاکستانی سیاست میں غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کا کردار تحقیق و تجزیہ کا ایک اہم موضوع ہے لیکن اس سلسلے میں ٹھوس تحقیق اور سائنسی تجزیے کی کوئی روایت نہ ہماری صحافت میں ہے اور نہ علمی اداروں نے کوئی قابل ذکر کام کیا ہے۔ سنی سنائی باتوں کی کمی نہیں لیکن متعین طور پر مبنی برحقیقت معلومات کا فقدان ہے۔ یہاں میرا اشارہ "قادیانیت" کی طرف نہیں' مملکت پاکستان میں قادیانیوں کے کردار کے بارے میں ہے! اس پس منظر میں جب مشہور صحافی تنویر قیصر شاہد کے قادیانی جماعت کے ایک سرکردہ قائد جناب ایم ایم احمد سے انٹرویو پر مبنی کتاب ایم-ایم-احمد کے انکشافات "An interivew with History" کی اطلاع ملی تو کتاب کو پڑھنے کی خواہش ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کو اشاعت کے بعد مارکیٹ سے اٹھالیا گیا تھا ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ڈیڑھ سال کی تلاش بسیار کے بعد ایک نسخہ ہاتھ آتا!

ایم ایم احمد' پاکستان کے اسٹیبلشمنٹ میں سر ظفراللہ خاں کے بعد دوسرے اہم ترین قادیانی ہیں جو پاکستان کی تاریخ کے اولیں ۲۵ برسوں میں بیوروکریسی اور ارباب سیاست دونوں کے ذریعے اہم کردار ادا کرتے رہے بلکہ اصل ڈوری ہلاتے رہے ہیں۔ تنویر قیصر شاہد نے ۱۹۹۶ء میں ورجینیا میں ان کی رہائش گاہ میں ان سے تفصیلی انٹرویو لیا جسے مئی ۱۹۹۸ء میں کتابی شکل میں لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۰۳ پر پہنچ کر گاڑی دفعتاً رک جاتی ہے اور "ناتمام" کے الفاظ کے ساتھ کہانی منقطع ہو جاتی ہے۔ یہ واضح نہیں کہ داستان گو چپ ہو گیا یا مکالمہ نگار کا قلم رک گیا!

کہانی خواہ نامکمل ہو' لیکن جتنی کچھ ہے اس میں ایسی بہت سی معلومات آگئی ہیں جو برطانوی دور اور پاکستانی سیاست میں بیوروکریسی اور قادیانی افسران کے کردار کے کچھ گوشے ہمارے سامنے لاتی ہے۔ یہ داستان مرزا غلام احمد کے منجھلے بیٹے اور ان کے بعد قادیانی جماعت کے سربراہ بشیرالدین محمود کے فرزند اور

پاکستان کی بیوروکریسی کے ایک رکن رکین کا ورژن (version) ہے۔ ایم ایم احمد ۱۹۱۳ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ چھے سال انگلستان میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۳۸ء میں آئی سی ایس کی تربیت کے بعد ہندستان میں سول سروس کے زینے سے سرفرازیاں حاصل کیں۔ پنجاب کی حکومت میں اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہے اور جنرل ایوب کے دور میں مرکزی حکومت میں اہم مقام حاصل کیا۔ ایک مدت تک مرکزی سیکرٹری اور پھر منصوبہ بندی کمیشن کے نائب صدر نشین (جسے مرکزی وزارت میں وزیر مملکت کا اسٹیٹس حاصل تھا) کی حیثیت سے پاکستان کی معیشت اور سیاست دونوں کے تار ہلاتے رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ۱۹۷۲ء میں "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" کے مصداق ورلڈ بنک میں انتظامی ڈائرکٹر کا عہدہ سنبھال لیا اور اب ریٹائر ہو کر بھی وہیں سکونت پذیر ہیں۔ خود اپنی اس ریٹائرمنٹ کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بھٹو صاحب نے فوج کی دو شاخوں کی سربراہی قادیانیوں کے سپرد کر دی تھی اس لیے غالباً انھیں معاشی ٹیم کی سربراہی پر قادیانی کو رکھنا مشکل نظر آیا۔ اگر یہ درست بھی ہو تو "انکشافات" اس پر شاہد ہیں کہ واشنگٹن ہی نہیں اسلام آباد سے بھی ایم ایم احمد کا کردار جاری رہا بلکہ پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کے بعد بھی یہ سلسلہ باقی رہا!

ایم ایم احمد، ممتاز دولتانہ کے کلاس فیلو تھے۔ گورنر سر فرانسس موڈی کے منظور نظر تھے۔ الطاف گوہر، اختر حسین خاں، غلام اسحاق خان اور رفیع رضا سے خصوصی ربط و تعلق رہا۔ جنرل ایوب، جنرل یحییٰ اور بھٹو کے ادوار میں ان سے بہت قریب رہے۔ ورلڈ بنک کے صدر میکنامارا سے دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ امریکہ کے خاص معتمد شعیب قریشی کے قریب اور ان کے دست راست رہے۔ امریکہ کی انتظامیہ سے ان کا ایک خاص تعلق (linkage) اظہر من الشمس ہے۔ یہ بات بڑی معنی خیز ہے کہ ہر دور میں وزارت خزانہ اور پلاننگ کمیشن کے سب ہی کرتا دھرتا امریکی اور بین الاقوامی مالیاتی و معاشی اداروں سے خصوصی تعلق کا سماں پیش کرتے ہیں۔ کل کے شعیب قریشی، ایم ایم احمد، محبوب الحق اور سرتاج عزیز ہوں یا آج کے یعقوب خان، شوکت عزیز اور عشرت حسین--- بقول میر تقی میرؔ

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

غلام اسحاق خان ایک استثنا ہیں جس کا اعتراف ایم ایم احمد اس طرح کرتے ہیں: "ان کا عظیم کردار یہ بھی رہا ہے کہ انھوں نے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی طرف سے پیش کردہ اعلیٰ عہدوں کو زندگی بھر قبول نہ کیا اور اپنے وطن ہی میں رہ کر خدمات انجام دیتے رہے"۔ غلام اسحاق خان کے کردار کا یہ پہلو بلاشبہ روشن ہے لیکن اسے بیان کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ: روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ!

انٹرویو میں جن چیزوں کا تعلق "اعترافات" سے ہے، ان میں ایک بڑی نمایاں چیز قادیانی جماعت کے

ذمہ داروں کو سرکاری معاملات میں اعتماد میں لینا اور ان کے مشوروں پر عمل درآمد ہے جس کے کچھ بہت اہم مضمرات سرکاری معلومات کی حفاظت اور سیاسی وفاداریوں کے بارے میں ہیں۔ ریڈکلف ایوارڈ کے سلسلے میں ایم ایم احمد کو جب کچھ معلومات امرتسر کے انگریز ڈپٹی کمشنر سے ملتی ہیں تو تحریک پاکستان کی قیادت کو مطلع کرنے کے بجائے اپنے "حضرت صاحب" کو اطلاع دی جاتی ہے اور وہ فرماتے ہیں: "مجھے ابھی ابھی الہام ہوا ہے کہ تم لوگ جہاں جاؤ گے جس حالت میں بھی ہو گے، آخرکار ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ گے" (ص ۲۷)۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو گورداسپور کو بھارت کا حصہ قرار دے دیا گیا اور موصوف اس وقت قادیان ہی میں "حضرت صاحب" کے پاس تھے!

ممتاز دولتانہ سے ختم نبوت، کی تحریک کے بارے میں ساری گفتگو خالص سیاسی ہے۔ جب دولتانہ نے misunderstanding دور کرنے کی کوشش کی تو کہا: "جناب مس انڈرسٹینڈنگ تو ہے، آپ احمدیوں کے خلاف مولویوں اور اخباروں کو استعمال کر رہے ہیں"۔ ایم ایم احمد کا بیان ہے کہ اس پر دولتانہ نے گالی دے کر کہا "یہ بجٹ گزرنے دو، پھر دیکھنا ان مولویوں سے کیسا سلوک کرتا ہوں" (ص ۹۳-۹۴)۔ بھٹو صاحب بھی ایم ایم احمد کے ذریعے "حضرت صاحب" کو پیغام بھجواتے رہے اور ان سے مدد حاصل کرنے کی درخواست یہ تک کہہ کر کرتے ہیں کہ: "ہم برے ہوں گے مگر جماعت اسلامی والوں سے تو زیادہ برے نہیں ہیں" (ص ۹۸)۔

اس انٹرویو میں ایک اہم اعتراف ظفراللہ خاں کے قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا دفاع ہے اور اس تحدی کے ساتھ ہے کہ گویا قائداعظم کافر تھے، اس لیے ظفراللہ خاں نے نماز نہیں پڑھی۔ انھی کے الفاظ میں: "یہ سچ ہے کہ انھوں نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ انھوں نے جو کیا درست کیا۔ بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بارے میں مسلمانوں نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ کافر ہے، دجال ہے، کذاب ہے، اور اگر کوئی مسلمان کسی بھی طور پر ان کو مسلمان سمجھے تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ایسے میں مسیح موعود نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے--- ان کی کتاب ملفوظات میں ہے کہ اگر کوئی ہمیں کافر کہے تو ہم بھی اسے کافر سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہیے" (ص ۴۵-۴۶)۔ جن لوگوں کو قادیانیوں کے بارے میں کوئی خوش فہمی ہے وہ اس سے بہت کچھ سبق سیکھ سکتے ہیں۔

ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی بھارت نوازی مشہور ہے۔ لیڈی صاحبہ کے بارے میں یہ انکشاف یہاں بھی نوٹ کیے جانے کے لائق ہے کہ ریڈکراس کی چیئرپرسن کی حیثیت سے انھوں نے کوشش کی تھی کہ تقسیم کے بعد سیالکوٹ کے Limb Centre سے سامان ۱۴ ویگنوں میں بھر کر انڈیا بھجوا دیا جائے (ص ۳۱-۳۲)۔

مشرقی پاکستان میں مرکز کے خلاف تحریک میں اور بالآخر پاکستان کو توڑنے کے واقعے میں بیرونی طاقتوں کا کردار اور خصوصیت سے ورلڈ بنک کے ایک افسر کی سرگرمیوں کا ذکر بھی چشم کشا ہے اور گھر کے بھیدی کی شہادت کا درجہ رکھتا ہے (ص ۷۹-۸۰)۔ خود پلاننگ کمیشن نے موصوف کی سربراہی میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے معاشی کوائف کا جو مطالعہ تیار کیا تھا' اس کا ذکر بھی ہے۔ گو اپنے کسی کردار کی نفی کی گئی ہے لیکن رپورٹ کا آخری جملہ جسے وہ بظاہر اپنے دفاع میں پیش کر رہے ہیں "جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا" کے مصداق ان کے ذہن کی عکاسی کر رہا ہے:

"If in your judgement, we cann't stay together, East and West Pakistan, it is my request that we should part as friends" (p 68).

راقم نے پلاننگ کمیشن میں اپنی صدارت کے دوران اس رپورٹ کو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی طرح اسے بھی غائب کر دیا گیا ہے۔ البتہ ڈاکٹر بقائی اور دوسرے حضرات جو شریک رازہاے درون خانہ تھے' ان کا بیان یہی تھا کہ اس رپورٹ کا پیغام جدائی ہی تھا!

۱۹۵۳ء' میں لاہور میں جس طرح مارشل لا لگا اس کا ذکر بھی بڑا عبرت انگیز ہے۔ ایم ایم احمد کی روایت ہے کہ مرکزی کابینہ گومگو کا شکار تھی۔ اسکندر مرزا نے کابینہ یا وزیراعلیٰ کی ہدایت کے بغیر جنرل اعظم سے پوچھا کہ حالات پر کیسے قابو پایا جا سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اختیار مل جائے تو ۲۴ گھنٹے میں حالات درست کر سکتا ہوں۔ اسکندر مرزا نے وزیراعظم' کابینہ' گورنر جنرل کسی کے مشورے کے بغیر خود مارشل لا لگانے کے احکام دے دیے اور کابینہ نے اس پر چوں بھی نہ کی (ص ۹۴-۹۵)۔

اینٹی احمدیت تحریک کو ممتاز دولتانہ کا سیاسی کھیل بتایا گیا ہے اور علما کے کردار کو بہت ہی سیاہ رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ جماعت اسلامی پر بار بار غصہ اتارا گیا ہے اور خصوصیت سے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے سلسلے میں اپنے خلاف الزامات کا سارا ملبہ جماعت پر گرانے کی کوشش کی ہے۔ قدرت اللہ شہاب' الطاف گوہر' محبوب الحق سب پر چھینٹے ڈالے گئے ہیں۔ جنرل ایوب اور جنرل یحییٰ کا بحیثیت مجموعی دفاع کیا گیا ہے مگر احتیاط کے ساتھ۔ بھٹو صاحب پر بہت کچھ نزلہ گرا ہے کہ انھوں نے اسمبلی کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم کہلوایا جو سیاسی کھیل تھا' اور اس کا کوئی ذکر نہیں کہ دو مہینے تک اسمبلی نے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں کے سربراہوں کو سنا اور ان کی اپنی شہادت نے ان کے کفر کو اس طرح الم نشرح کر دیا کہ اسمبلی کے سیکولر عناصر کے لیے بھی ان کو کافر قرار دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

یہ چشم کشا معلومات بھی "انکشافات" کا حصہ ہیں کہ (امریکہ کے تنخواہ دار) وزیرخزانہ محمد شعیب نے کابینہ سے یہ فیصلہ کرانے کی کوشش کی کہ افواج پاکستان کے اس اسٹریٹجک اصول کو تبدیل کیا جائے کہ فوج کی دفاع کی صلاحیت اور اسلحہ کا ذخیرہ اتنا ہونا چاہیے کہ ۶ ماہ دفاع ہو سکے۔ ان کی دلیل تھی کہ اتنی استعداد

کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ "معاشی ترقی" کو متاثر کریں گے۔ اس لیے ٦ ماہ نہیں بس ٦ ہفتے کی استعداد کافی ہے کہ اس اثنا میں امریکہ اور سلامتی کونسل کوئی نہ کوئی صورت مداخلت کی پیدا کریں گے۔ بظاہر یہ ایک معما ہی ہے کہ کابینہ کے اس تجویز کو رد کر دینے کے باوجود ٦ ماہ کی استعداد کو ٦ ہفتے میں کیسے تبدیل کر دیا گیا' جن دو ڈویژنز کا فیصلہ کابینہ نے کیا تھا وہ کیوں بروقت قائم نہ ہو سکیں اور اگر ٰن گن صحیح ہے تو ۱۹۶۵ء میں تین ہفتے ہی میں دفاع کی صلاحیت کیوں خطرناک حدوں میں داخل ہو گئی اور اب دفاع کی یہ صلاحیت Time Scale میں کس مقام پر ہے؟

اس نامکمل انٹرویو کو نہ تاریخ کہا جا سکتا ہے اور نہ تاریخ کے ساتھ ایک مکالمہ۔ البتہ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں قادیانی جماعت کے ایک سرکردہ رکن اور پاکستانی سیاست و معیشت کے اہم کردار کی سوچ' پاکستانی تاریخ کے اولیں ۲۵ سالوں میں اس کے کردار' اس دور کے کچھ اہم واقعات اور چند جانی پہچانی شخصیات کے بارے میں اس کے تاثرات اور ملکی معاملات میں بیرونی قوتوں کی مداخلت کے بارے میں کچھ انکشافات' کچھ اعترافات اور کچھ اتہامات سامنے آتے ہیں۔ اب یہ قاری کا کام ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ سے اور دانے کو بھوسے سے جدا کرے۔ بلاشبہ انٹرویو دل چسپ ہے' داستان بہت کچھ داستان طرازی کے باوجود' پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ گو آخری تاثر یہی بنتا ہے کہ:

کچھ خواب ہے' کچھ اصل ہے' کچھ طرز ادا ہے

رمضان کے مبارک مہینے میں

اللہ کی رحمتوں سے اپنی جھولی بھرنے کے لیے
ہماری یہ مختصر کتابیں خود پڑھیے' دوسروں کو پڑھایے

- آداب رمضان — محمد یوسف اصلاحی
  قیمت: ۵ روپے — رمضان اور تلاوت' انفاق اور توبہ کے آداب
- اللہ ہی کے ہو کر رہو! — خرم مراد
  قیمت: ۴/۵۰ روپے — شب قدر کا خصوصی خطاب
- نیکیوں کا موسم بہار مبارک ہو — خرم مراد
  قیمت: ۱۰۰ روپے سیکڑہ — رمضان میں تربیت و تزکیہ کے لیے ایک عملی پروگرام

رمضان میں تقویٰ کے حصول کے لیے منشورات کے رمضان سیٹ

ہدیہ رمضان	۵ کتابچے	قیمت: ۱۵ روپے
توشۂ رمضان	٦ کتابچے	قیمت: ۲۰ روپے
تحفۂ رمضان	۹ کتابچے	قیمت: ۳۰ روپے

مزید تفصیلات کے لیے:

منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور-54570 فون: 5425356 فیکس: 7832194